Fikr-o-Nasar (Islamabad) 4:8 (1967)

حنفی فقہ کی تدوین

پروفیسر ابوشہاب رفیع اللہ

آج کل ہمارے ملک میں فقہ کی تدوین جدید کے متعلق بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ اور مقام شکر ہے کہ علماء کی اکثریت نے زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کو محسوس کر لیا ہے۔ خود یہ حضرات اس کام کو جو اہمیت دے رہے ہیں، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے:۔

"موجودہ دور میں اسلامی ریاست کے تخیل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سب سے بڑی ضرورت اسلامی قانون کی تدوین جدید ہے، جس کے بغیر اول تو یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا اور ہو بھی جائے تو وقت کے اہم مسائل سے ٹکرا کر خواب پریشان ہو جائے گا۔ آج اسلامی نظام کے حامیوں کے لئے زمانہ پھر ویسا ہی چیلنج سامنے لے آیا ہے جیسا پہلی اور دوسری صدی ہجری میں دنیا کے بہت سے متمدن ممالک پر اسلام کی حکومت قائم ہو جانے کے بعد وہ لے کر آیا تھا۔"[1]

ہمارے ملک میں اکثریت ان لوگوں کی ہے، جو حنفی فقہ پر عمل کرتے ہیں اس لئے قدرتی بات ہے کہ اسلامی قانون کی تدوین جدید کے لئے طریقہ کار یہ تجویز کیا جا رہا ہے کہ اسے اس طرز اور طریقہ پر مرتب کیا جائے جس طرح کہ دوسری صدی ہجری میں فقہ حنفی کو مرتب کیا گیا تھا لیکن بعض اہل علم کے تاثرات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان کے سامنے وہ تمام مراحل نہیں ہیں جو حنفی فقہ کی تدوین کے دوران پیش آئے۔ اس مضمون میں یہ کوشش کی جائے گی کہ ان تمام مراحل کو یکجا کر دیا جائے تاکہ اسلامی قانون کی تدوین جدید کرنے والوں کے لئے باعث رہنمائی ہو۔

اُس زمانے کی سیاسی حالت | عہد رسالت مآب میں فقہی احکام کا دارومدار زیادہ تر قرآن حکیم پر تھا، جن مسائل کی تفصیل قرآن مجید میں نہیں ملتی تھی، رسول اللہ صلعم انہیں اپنے اجتہاد اور صحابہ رضوان اللہ علیہم

---

[1] ماہنامہ چراغ راہ کراچی اسلامی قانون نمبر جلد ۲ صفحہ ۱۔

کے مشورے سے طے فرماتے تھے۔ آپؐ کے بعد خلفاءِ راشدین نے بھی اسی طریقہ پر عمل کیا اور قرآن مجید کے ساتھ انھوں نے سنت نبوی کو بھی شامل کر لیا تھا[۲]۔ بنو امیہ کے زمانہ میں بھی اسی اصول پر عمل ہوتا رہا اور اس دور تک مجتہدین کسی خاص شخص کی تقلید نہیں کرتے تھے[۳]۔ لیکن دوسری صدی ہجری کی ابتداء سے چوتھی صدی کے نصف تک کا دور اسلامی تاریخ میں امتیازی خصوصیات کا حامل ہے۔ اس دور میں بڑی بڑی سیاسی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ تمدن میں بڑی وسعت پیدا ہوئی۔ عباسیوں نے بنو امیہ (جن کی حکومت خالص عربیت پر قائم تھی) کے معاملہ میں ایسی سختیاں کیں جن کی مثال اسلامی تاریخ میں ملنی مشکل نہیں۔ ان کے اس طرز عمل سے غیر عربی عناصر خوش ہوگئے۔ لیکن اولاد علیؓ بن ابی طالب کو یہ انقلاب کسی طور پسند نہ تھا کیونکہ وہ اپنے آپ کو خلافت کا زیادہ مستحق سمجھتے تھے۔ اس لئے وقتاً فوقتاً ان کی طرف سے مخالف تحریکیں سر اٹھاتی رہیں۔

بغداد تمام بلاد اسلامیہ کا پایۂ تخت بن چکا تھا۔ اس میں تمام شہروں کے علماء جمع ہوگئے تھے چنانچہ پہلی صدی ہجری کے آخر میں جو حرکت علمیہ پیدا ہوئی تھی، اس نے عظیم الشان ترقی کی۔ اس میں ایرانی، رومی اور مصری موالی کی ایک عظیم تعداد نے قابل قدر حصّہ لیا۔ مامون الرشید کے زمانے تک شائد ہی کوئی علمی کتاب بچی ہو، جس کا ترجمہ نہ کر لیا گیا ہو۔ یہ کتابیں خوب پھیلیں اور دوسرے اثرات کے علاوہ ان کا سب سے بڑا دیرپا اثر یہ نکلا کہ کثرت سے اسلامی متکلمین کا ظہور ہوا۔ اہل حدیث حضرات نے بالاتفاق اس حرکت کلامیہ کے خلاف روش اختیار کی۔ امام ابو حنیفہؒ بھی اس میں دل چسپی رکھتے تھے۔ شائد یہی وجہ ہے کہ محدثین ان سے کچھ ناراض رہے ہیں۔

اس کش مکش کے نتیجہ میں تدوین حدیث کا کام بھی شروع ہوا اور اس معاملہ میں علماء کے درمیان خوب خوب بحثیں ہوئیں کیونکہ حدیث فقہ کے مادہ کی حیثیت رکھتی تھی، اس لئے حدیث کے متعلق جو نزاع پیدا ہوا، اس کا اثر فقہ پر بھی پڑا۔ امام اعظمؒ تمدّن کی اس وسعت اور علمی حرکت کے بالکل وسط میں تھے۔ انھوں نے اس کا گہرا اثر قبول کیا اور فقہ کی تدوین کی طرف توجّہ دی

فقہ حنفی کی تدوین کی ابتداء | تاریخ فقہ کی کتابوں میں یہ ذکر جا بجا ملتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے فقہ کی تدوین کے لئے اپنے شاگردوں میں چند نامور شخص انتخاب کئے۔ جن میں سے اکثر خاص خاص فنون میں جو تکمیل فقہ کے لئے ضروری تھے، استادِ زمانہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ مثلاً یحییٰ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، قاضی ابو یوسف، دواد الطائی حبان مندل حدیث و آثار میں نہایت کمال رکھتے تھے۔ امام زفرؒ قوتِ استنباط میں مشہور تھے۔ قاسم بن معن اور

---

[۲] تاریخ القضاء فی الاسلام صفحہ ۱۹ - [۳] ایضاً صفحہ ۲۰۔

امام محمدؒ کو ادب اور عربیت میں کمال تھا۔ امام صاحب نے ان لوگوں کی شرکت سے ایک مجلس مرتب کی اور باقاعدہ طور سے فقہ کی تدوین شروع کی۔ امام طحاوی نے یہ بھی روایت کی ہے کہ لکھنے کی خدمت یحییٰ سے متعلق تھی اور وہ تیس برس تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ [۴]

کہا جاتا ہے کہ اس مجلس نے جس میں کم وبیش چالیس علماء شامل تھے، تیس سال کی مدت میں اسلامی قانون کا بیش بہا ذخیرہ فراہم کر دیا تھا۔ بعض روایات کے مطابق اس مدون فقہ کی دفعات کی تعداد تین لاکھ سے بھی متجاوز تھی۔ کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ یہ تعداد ۸۳ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ لیکن مقام افسوس ہے کہ امام اعظم اور ان کی تشکیل شدہ چالیس مجتہدین کی مجلس نے اتنی بڑی جانفشانی اور تیس سال کی محنت شاقہ کے بعد اسلامی قانون کا جو مجموعہ تیار کیا تھا، وہ ہم تک مدون شکل میں نہ پہنچ سکا۔ اور آج تاریخ یہ تک بتانے سے قاصر ہے کہ وہ قیمتی مجموعہ کہاں غائب ہو گیا۔ حالانکہ اسی دور میں دوسرے فقہ کی جو کتابیں مرتب ہوئیں، وہ حرف بحرف ہم تک پہنچ گئی ہیں۔ مثلاً موطا امام مالک وغیرہ

مزید حیرت میں ڈالنے والی چیز یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں سے بھی متجاوز تھی اور یہ دوسرے ائمہ کے شاگردوں کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔ ان میں اکثر حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز رہے۔ ان کی کوششوں سے اسلامی فقہ کا یہ مجموعہ بآسانی ہم تک پہنچ سکتا تھا۔ لیکن اس مجموعہ کا تو ذکر ہی کیا ہمارے اکثر محققین کی تحقیق یہ ہے کہ امام اعظمؒ کی کوئی تصنیف ہم تک نہیں پہنچی۔ علامہ شبلی نے امام رازی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی کوئی تصنیف باقی نہیں رہی [۵] اس کی وضاحت آپ یوں فرماتے ہیں:-

فقہ اکبر کو اگرچہ فخر الاسلام بزدوی اور عبد العلی بحر العلوم و شارحین فقہ اکبر نے امام صاحب کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن ہم مشکل سے اس پر یقین کر سکتے ہیں۔ یہ کتاب جس زمانے کی تصنیف بیان کی جاتی ہے، اس وقت یہ طرز تحریر پیدا نہیں ہوا تھا۔ وہ بطور ایک متن کے ہے اور اس اختصار اور ترتیب کے ساتھ لکھی گئی ہے جو متاخرین کا خاص انداز ہے۔ ایک جگہ اس میں جوہر و عرض کا لفظ آیا ہے۔ حالانکہ یہ فلسفیانہ الفاظ اس وقت تک زبان میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ یہ بحث تو درایت کی حیثیت سے تھی، اصول روایت کے لحاظ سے بھی یہ امر ثابت نہیں۔ دوسری، تیسری بلکہ چوتھی صدی ہجری کی تصنیفات میں اس کتاب کا پتہ نہیں چلتا۔ [۶]

امام ابوحنیفہ صاحب کے بعد فقہ حنفی کی دوسری اہم شخصیت قاضی ابو یوسف ہیں۔ یہ پہلے بزرگ ہیں، جنہوں نے فقہ حنفی میں کتابیں تصنیف کیں لیکن ان کی دو کتابوں "کتاب الخراج" اور "اختلاف ابی حنیفہ و

---

[۴] سیرۃ النعمان مولفہ علامہ شبلی نعمانی مکتبہ برھان دہلی ص ۱۴۴۔ [۵] ایضاً ص ۸۷۔ [۶] ایضاً ص ۸۹

ابن ابی لیلیٰ" کے سوا کوئی کتاب ہم تک نہیں پہنچ سکی۔ چنانچہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حنفی مذہب کی تعلیم کا سلسلہ امام محمدؒ سے ہی شروع ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حنفیہ کے پاس اس وقت صرف ان ہی کی کتابیں موجود ہیں ؎ علامہ شبلی کی تحقیق بھی یہی ہے، فرماتے ہیں :۔

امام محمدؒ کی تصنیفات تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور آج فقہ حنفی کا مدار ان ہی کتابوں پر ہے۔ ہم ذیل میں ان کتابوں کی فہرست لکھتے ہیں جن میں امام ابو حنیفہ سے مسائل روایتاً مذکور ہیں :۔

۱۔ مبسوط : اصل میں یہ کتاب قاضی ابو یوسف کی سینیف ہے۔ انہی مسائل کو امام محمدؒ نے زیادہ توضیح اور خوبی سے لکھا ہے یہ امام محمد کی پہلی تصنیف ہے۔

۲۔ جامع صغیر : مبسوط کے بعد تصنیف ہوئی۔ اس کتاب میں امام محمد نے قاضی ابو یوسف کی روایت سے امام ابو حنیفہ کے تمام اقوال لکھے ہیں۔ کل ۵۳۲ مسئلے ہیں، جن میں ایک سو ستر مسئلوں کے متعلق اختلاف رائے ہے۔

۳۔ جامع کبیر : جامع صغیر کے بعد لکھی گئی۔ ضخیم کتاب ہے۔ اس میں امام ابو حنیفہ کے اقوال کے ساتھ قاضی ابو یوسف اور امام زفر کے اقوال بھی لکھے ہیں۔

۴۔ زیادات : جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروع یاد آئے، وہ اس میں درج کئے۔

۵۔ کتاب الحج : یہ کتاب امام محمدؒ نے مدینہ شریف سے آکر لکھی۔ چونکہ خود حنفیہ اسے نہیں لیتے۔ اس لئے اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

۶۔ سیر صغیر و کبیر : یہ سب سے آخری تصنیف ہے۔ اوّل سیر صغیر لکھی۔ اس کا ایک نسخہ امام اوزاعی کی نظر سے گزرا انھوں نے طعن سے کہا کہ اہل عراق کو فن سیر سے کیا نسبت۔ امام محمدؒ نے سنا تو سیر کبیر لکھنا شروع کی۔ تیار ہو چکی تو ساٹھ جزوں میں آئی۔ امام محمدؒ اس ضخیم کتاب کو ایک خچر پر رکھوا کے ہارون الرشید کے پاس لے گئے۔ ہارون الرشید کو پہلے سے خبر ہو چکی تھی۔ اس نے قدر دانی کے لحاظ سے شہزادوں کو بھیجا کہ خود جا کر امام محمدؒ سے سند لیں ؎

امام محمد کی پہلی کتاب کے متعلق تو خود علامہ شبلی نے تصریح فرما دی ہے کہ وہ دراصل قاضی ابو یوسف کی تصنیف ہے، جس کو امام محمد نے زیادہ توضیح اور خوبی سے لکھا۔ امام محمدؒ کی اپنی پہلی تصنیف جامع صغیر ہے۔ آپ کی صرف اسی کتاب کو آپ کے دو شاگردوں عیسیٰ بن ابان اور محمد بن سماعۃ نے روایت کیا ہے۔ بقیہ تمام کتابیں صرف ایک شاگرد ابو حفص احمد بن حفص کی روایت سے ہم تک پہنچی ہیں۔ یعنی بقیہ تمام کتابوں کی روایت میں تفرد پایا جاتا ہے۔

؎ تاریخ فقہ اسلامی از علامہ خضری صفحہ ۳۲۶۔ ؎ سیرت النعمان مطبوعہ ثناء اللہ لاہور صفحہ ۲۹۶

جامع صغیر کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس میں ایک روایت بھی امام اعظمؒ سے براہ راست بیان نہیں کی گئی۔ تمام کی تمام روایات قاضی ابو یوسفؒ کے واسطے سے ہیں (محمد عن یعقوب عن ابی حنیفہ)

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب امام محمدؒ کی پہلی تصنیف تک میں ایک روایت بھی امام اعظمؒ سے براہِ راست نقل نہیں ہوئی تو آپ نے امام صاحب سے کس عرصہ میں استفادہ کیا تھا۔ چنانچہ اس امر کا جائزہ لینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ امام محمدؒ کے سن پیدائش کے متعلق مختلف اقوال ملتے ہیں۔ مثلاً ۱۳۲ھ یا ۱۳۳ھ یعنی اس سال جب بنو امیہ کی خلافت کو زوال آچکا تھا۔ علامہ شبلی نے مختلف روایات دیکھنے کے بعد ان کا سن پیدائش ۱۳۵ھ قرار دیا ہے[۹] امام اعظمؒ کی تاریخ وفات یعنی ۱۵۰ھ تو متفق علیہ ہے۔ اس حساب سے امام اعظمؒ کی وفات کے وقت امام محمدؒ کی عمر بمشکل پندرہ سولہ سال بنتی ہے۔ مزید یہ کہ ابو جعفر منصور نے آپ کو ۱۴۶ھ میں قید کر دیا تھا۔ اس وقت خود علامہ شبلی کی تحقیق کے مطابق امام محمدؒ بمشکل گیارہ سال کے ہوں گے۔ فقہ کی تعلیم سے پہلے مادہ فقہ یعنی قرآن وحدیث کا علم حاصل کیا جاتا تھا۔ اہل کوفہ نے علم حدیث کے حصول کے لئے بڑی کڑی شرطیں عائد کر رکھی تھیں اور بیس سال سے کم عمر کے شخص کو حدیث کی درس گاہ میں شامل نہیں ہونے دیتے تھے۔ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ کا اس پر سختی سے عمل تھا، یہاں تک کہ انھوں نے امام اعظمؒ جیسی یگانہ روزگار شخصیت کو بھی حدیث کی درس گاہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ علامہ شبلی اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:۔

"کیونکہ اس زمانہ میں روایت حدیث اپنے عروج پر تھی لیکن ان روایات میں بہت زیادہ غلطیاں تھیں جو خاص طور پر دس بارہ سال کے لوگوں نے روایت کیں۔ ان کے نزدیک بھی اس بات کا قوی احتمال موجود ہے کہ کم سنی کی وجہ سے مضمون حدیث کی تمام خصوصیات خیال میں نہ آئی ہوں، جس کی وجہ سے ادائے مطلب میں عظیم الشان غلطیاں پیدا ہو جائیں۔ چنانچہ اس خطرہ سے بچنے کے لئے علمائے حدیث نے حدیث سیکھنے کے لئے کم از کم عمر کی شرط لگائی۔ اگرچہ اس امر میں محدثین میں باہم اختلاف ہے لیکن ارباب کوفہ سب سے زیادہ احتیاط کرتے تھے۔ یعنی بیس برس سے کم عمر کا شخص حدیث کی درس گاہ میں شامل نہیں ہو سکتا تھا۔"

چنانچہ ان واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے علماء کے لئے متعین طور پر یہ قرار دینا مشکل ہے کہ امام محمدؒ نے کس زمانہ میں امام ابو حنیفہؒ سے فیض حاصل کیا تھا۔ امام اعظمؒ کی مجلس تدوین فقہ میں تو امام محمدؒ کی شمولیت کا تعین اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ کام تو ان کی پیدائش سے بھی بیس سال پہلے شروع ہوا تھا۔ اور ابھی ان کی عمر دس سال کی بھی نہیں تھی کہ وہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ اس لئے یہ تاویل کی جاتی ہے کہ امام محمدؒ نے امام صاحبؒ سے جو دو سال تعلیم

---

[۹] ایضاً مطبوعہ برہان دہلی صفحہ ۲۱۶۔ [۱۰] مقدمہ ابن صلاح بحوالہ سیرت النعمان مطبوعہ لاہور صفحہ ۳۱

حاصل کی تھی، وہ قید خانہ میں ہی تھی۔ علامہ شبلی فرماتے ہیں :-

امام محمدؒ نے، جو کہ حنفی فقہ کے دست و بازو ہیں، قید خانہ میں ہی ان سے تعلیم حاصل کی [11]

دوسری طرف امام صاحب کے ایام اسیری کو سامنے رکھا جائے تو یہ تاویل بھی قبول کرنی مشکل ہو گی۔ کیونکہ ابو جعفر نے یہ سخت حکم دے رکھا تھا کہ نہ تو امام کے پاس فتویٰ وغیرہ پوچھنے کے لئے لوگوں کو آنے دیا جائے اور نہ کسی کو ان کے پاس بیٹھنے کی اجازت ہو گی اور نہ ہی وہ مکان سے باہر نکل سکتے ہیں۔ [12] چنانچہ ان تفصیلات سے تو یہی متبادر ہوتا ہے کہ امام محمدؒ نے یہ فیض دس بارہ سال کی عمر میں حاصل کیا ہو گا۔ اکثر علماء نے بھی اسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انھوں نے امام صاحب سے تھوڑا علم حاصل کیا تھا اور بقیہ کی تکمیل امام ابو یوسفؒ سے کی۔

واخذ قلیلاً عن ابی حنیفة لان ابی حنیفة توفی و محمد شابٌ فاتم الطریقة علی ابی یوسف

(آپ نے امام ابو حنیفہؒ سے تھوڑا سا علم حاصل کیا کیونکہ آپ ابھی جوان ہی تھے کہ امام صاحبؒ وفات پا گئے۔ فقہ کی باقی تعلیم آپ نے قاضی ابو یوسفؒ سے حاصل کی [13])

جیسا کہ ہم شروع میں نقل کر چکے ہیں کہ اس وقت حنفی فقہ کا دارومدار امام محمدؒ کی تصنیف کردہ کتب پر ہے۔ کیونکہ بانیٔ مذہب کی تو کوئی تصنیف آئندہ نسلوں تک نہ پہنچ سکی۔ لیکن تاریخ فقہ کی کتابوں میں ہمیں کوئی ایسی تفصیل بھی نہیں ملتی جس سے معلوم ہو سکے کہ امام محمدؒ نے اپنی ان کتابوں کی تصنیف و تالیف میں امام صاحب کے دوسرے شاگردوں سے بھی کوئی مدد لی تھی یا تن تنہا یہ سارا کام انجام دیا تھا۔ تاہم انھوں نے جس طرح ان کتابوں کو تصنیف فرمایا تھا اس کی کچھ کچھ تفصیل بعض کتابوں میں ملتی ہے۔ حافظ الدین محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز الکردری صاحب فتاوی البزازیہ مناقب امام الاعظم ابی حنیفہ میں اس کی تفصیل ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں :-

عَنْ محمد بن سلمة قال..... وکان یجلس وقد خلع قمیصهٗ وحولهٗ الکراریس وکان یرفع کراساً ویضعهٗ ثم یرفع آخر وکان بین یدیه طستٌ من ماءٍ وبین یدیه عشر جوارٍ رومیاتٌ عالماتٌ بالکتابة والعربیة یقران علیه العلم۔ [14]

(محمد بن سلمہ سے روایت ہے کہ امام محمد (فقہ حنفی کی کتابیں) تصنیف کرتے ہوئے اس حالت میں بیٹھے ہوتے تھے کہ ان کی قمیص اتری ہوئی ہوتی اور ان کے ارد گرد کاغذات کا ڈھیر ہوتا تھا۔ آپ ایک ایک کاغذ اٹھاتے اور

---

[11] ایضاً صفحہ ۸۳۔ [12] موفق جلد ۲ صفحہ ۱۷۴۔ بحوالہ امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی صفحہ ۴۶۶ ۔ ۴۶۷۔

[13] تاریخ القضاء فی الاسلام صفحہ ۴۳۔ [14] جزء ۲ صفحہ ۱۶۲۔ ۱۶۳ مطبوعہ حیدر آباد دکن۔

رکھتے تھے۔ اسی طرح پھر دوسرا اٹھاتے تھے۔ آگے ایک پانی کا تھال بھی ہوتا تھا اور سامنے دس عدد شرعی رومی لونڈیاں بھی ہوتی تھیں جو عربی زبان اور لکھنے پڑھنے کی عالم تھیں اور لکھنے پڑھنے میں مدد دیتی تھیں۔)

اس تفصیل سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کام میں امام ابو حنیفہؒ صاحب کا کوئی دوسرا شاگرد آپ کے شریک کار نہیں تھا۔ علمی امداد کے لئے صرف دس شرعی رومی لونڈیاں تھیں۔ شائد اسی حقیقت کی بناء پر بعض متشرقین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حنفی فقہ پر کسی حد تک رومی قانون کے اثرات ہیں۔ تاہم احناف نے یہ گنجائش باقی رکھی کہ بعد میں زمانے کے تقاضوں سے جو نئے نئے مسائل ابھرتے اور اگر ان کے متعلق ائمہ مذہب سے کچھ منقول نہ ہوتا تو علماء وقت ان کا مناسب فیصلہ دے دیتے جو حنفی مذہب کا جزو شمار کیا جاتا۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:۔

"الثالثة الواقعات وهي مسائل استنبطها المجتهدون المتاخرون لمّا سئلوا عنها ولم يجدوا فيها روايةً وهم اصحاب ابی یوسف و محمد واصحاب اصحابها وهلّم جراً وهم كثيرٌ ومَنْ بعدَهم"[15]

(مسائل کی تیسری قسم واقعات ہیں اور یہ وہ مسائل ہیں جن کا استنباط بعد کے مجتہدین نے کیا۔ اس صورت میں جب انہیں مذہب کی کوئی روایت نہ ملی۔ یہ لوگ امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے شاگرد اور ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اسی طرح یہ سلسلہ آگے تک چلتا ہے جن کی تعداد بہت کثیر بنتی ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کے بعد جو لوگ آئے ان کے فتاوے بھی اس میں شامل ہیں)

اس طرح اگرچہ وہ مجموعہ قوانین جو امام اعظم نے چالیس شاگردوں کی مدد سے تئیس سال کی مدت میں تیار کیا تھا ضائع ہو چکا ہے تاہم امام محمدؒ اور بعد کے مجتہدین نے انہی اصولوں کی بنیاد پر حنفی فقہ کی دوبارہ تدوین کر کے اس نقصان کی کسی حد تک تلافی کر دی اور اس طرح جو فقہ مرتب ہوئی اس کے متعلق علماء کا خیال ہے کہ اس میں ایک تہائی مسائل امام اعظم کے اپنے ہیں اور بقیہ دو تہائی ان کے شاگردوں کی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ:۔ اَنّهما خالفا اباحنيفة فى ثلثى مذهبه[16] کہ امام ابو یوسف اور امام محمدؒ نے دو تہائی مذہب میں امام ابو حنیفہ سے اختلاف کیا ہے۔

---

[15] شامی۔ علامہ ابن عابدین مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحہ ۵۱ [16] النافع الکبیر لمن یطالع جامع الصغیر صفحہ ۴